

بیٹھے رہیں میں تنگ جاؤں گا تو آپ کو اٹھا دوں گا اور میں بیٹھ جاؤں گا۔ اچھا میں مانتی جیسے کی صدر ہوئی ہیں۔ کھنا صاحب کچھ انعام دلوائیے۔“

کھنانے رونی صورت بنا کر کہا: اب مسٹر مہتا پر نگاہ ہی میں تو گر گیا۔“
 مہتا کی تقریر شروع ہوئی: دیویو! جب میں اس طرح آپ کو مخاطب کرتا ہوں تو آپ کو کوئی بات کھنکتی نہیں۔ آپ اس عزت کو اپنا حق سمجھتی ہیں۔ مگر کیا آپ نے کسی عورت کو مردوں کے لئے دیوتا استعمال کرتے نہا ہی؟ اسے آپ دیوتا کہیں تو وہ کچھ گھا کہ آپ اسے بنا رہی ہیں۔ آپ کے پاس دان کے لئے دیا ہی، بھگتی اور تیاگ ہی۔ مرد کے پاس دان کے لئے کیا ہی؟ وہ دیوتا نہیں یوتا ہی۔ وہ حقوق کے لئے ہنسا کرتا ہی، لڑتا ہی اور فتنہ فساد اٹھاتا رہتا ہی۔“
 تالیاں بھگیں۔ رائے صاحب نے کہا: عورتوں کو خوش کرنے کا اس نے کتنا اچھا ڈھنگ نکالا ہی۔“

بجلی کے ایڈیٹر کو برا لگا: کوئی نئی بات نہیں، میں کتنی ہی بار یہی کہہ چکا ہوں۔“

مہتا آگے بڑھے: اس لئے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہماری ترقی یافتہ دیویاں بھگتی اور تیاگ کی زندگی سے الگ کر لڑائی فساد اور مہنسا کی زندگی کی طرف دوڑ رہی ہیں اور سمجھ رہی ہیں کہ اسی میں سکھ ہی تو ہیں انھیں مبارکباد نہیں دیکھتا۔“
 مسز کھنانے مانتی کی طرف غور سے دیکھا۔ مانتی نے گردن جھکالی۔

خورشید بوسے: اب کہیے۔ مہتا دلیر آدمی ہی۔ سچ بات کہتا ہی اور منہ پر بجلی کے ایڈیٹر نے ناک سکیرٹی۔ اب وہ دن لڑ گئے جب دیویاں ان جھمموں میں آجاتی تھیں۔ ان کے حقوق مفہم کرتے جاؤ اور کہتے جاؤ کہ آپ دیوی ہیں، مانتا ہیں، کچھی ہیں۔“

ہٹا آگے بڑھے۔ عورت کو مر کے بھیس میں مردانہ کاموں میں مشغول دیکھ کر مجھے اسی طرح دکھ ہوتا ہی جیسے مرد کو عورت کے روپ میں زنا نہ کام کرتے ہوئے دیکھ کر۔ مجھے یقین ہو کہ ایسے مردوں کو آپ اپنی محبت اور عقیدت کا سختی نہیں سمجھتیں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسی عورتیں بھی مرد کی عقیدت و محبت کی مستحق نہیں بن سکتیں۔

کھٹا کے چہرے پر دل کی خوشی چمک اٹھی۔

رائے صاحب نے چمکی لی۔ آپ بہت خوش ہیں کھٹاجی!

کھٹا بولے۔ "مالتی مٹے تو پوچھوں کہ اب کہنے۔"

ہٹا آگے بڑھے۔ "میں انسانی ارتقا میں عورت کے درجے کو مرد کے درجے سے بہتر سمجھتا ہوں، اسی طرح جیسے پریم، تیاگ اور بھگتی کو ہنس اور شر و فساد سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اگر ہماری دیویاں بیدارش اور پرورش کے پاک مندر کو چھوڑ کر ہنس اور لڑائی کے خوں ریز میدان میں آنا چاہتی ہیں تو ان سے سماج کا بھلا نہ ہوگا۔ میں اس بارے میں مستقل ہوں۔ مرنے اپنے کھنڈ میں اپنی شیطانی شہرت کو زیادہ اہمیت دی، وہ اپنے بھائی کے حق چھین کر اور اس کا خون بہا کر سمجھنے لگا کہ اس نے بہت بڑی فتح پائی۔ جن بچوں کو دیویوں نے اپنے خون سے پیدا کیا اور پالا انھیں بموں اور مین گنوں اور ٹینکوں کا شکار بنا کر وہ خود کو فاتح سمجھتا ہے۔ اور جب ہماری ہی مائیں ان کی پشیمانی پر زعفرانی ٹیکا لگا کر اور انھیں اپنی دعاؤں کی ذرہ پنہا کر خونی میدان میں بھیجتی ہیں تو کیا عجب کہ مرد نے خوریزی ہی کو دنیوی فلاح کی چیز سمجھی اور اس کی خونی زینت ردر بر دوز بڑھتی گئی! اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ شیطنت زور پکڑ کر کل دنیا کو رندنی، جانداروں کو کچلتی، ہری بھری کھیتوں کو جلاتی اور آبادستیوں کو اجاڑتی

جلی جاتی ہے۔ دیویو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ اس شیطنیت میں مدد دیکر اس میدان جنگ میں کود کر دنیا کی بھلائی کریں گی؟ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ تباہ کاروں کو اپنا کام کرنے دیجئے اور آپ اپنے دھرم پر نگاہ رکھئے۔“
کھٹا بونے۔ مالتی کی گردن ہی نہیں اٹھتی۔“

رائے صاحب نے ان خیالات کی تائید کی۔ مہنا کہتے تو ٹھیک ہی ہیں۔ بجلی کے ایڈیٹر جھوٹے، مگر کوئی نئی بات تو نہیں کہی۔ تحریک نسواں کے مخالفین ایسی ہی اوٹ پٹانگ باتوں کا سہارا لیا کرتے ہیں۔ میں یہ مانتا ہی نہیں کہ تیاگ اور پریم سے دنیا نے ترقی کی ہے۔ دنیا نے ترقی کی ہر حوال مردی سے محنت سے، عقل سے اور دبدبہ سے!“

خورشید نے کہا: اچھا، سنئے دیجئے گا یا اپنی ہی گائے جائے گا؟“
مہنا کی تقریر جاری تھی۔ دیویو! میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو کہتے ہیں کہ عورت اور مرد میں مساوی طاقت و رغبت ہو اور ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس سے زیادہ بھیاں بک جھوٹ کا میں خیال ہی نہیں کر سکتا یہ وہ جھوٹ ہے جو پشتہا پشت کے حاصل کئے ہوئے تجربے کو اسی طرح ڈھک لینا چاہتا ہے جیسے بادل کا ایک ٹکڑا سورج کو ڈھک لیتا ہے۔ میں آپ کو آگاہ کئے دیتا ہوں کہ آپ اس جال میں نہ پھنسیں، عورت مرد سے اتنی ہی برتر ہے جتنی روشنی تاریکی سے، انسان کے لئے جھما (دیا) تیاگ اور اہنسا زندگی کے اعلیٰ ترین معیار ہیں۔ عورت اس معیار پر پہنچ چکی ہے۔ مرد دھرم اور روحانیت اور ریشیوں کا سہارا لے کر اس معیار پر پہنچنے کے لئے صدیوں سے زور لگا رہا ہے، مگر اب تک کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی ساری روحانیت ایک طرف اور عورتوں کا اثنا ایک طرف۔“

”ایمان بھی ادا مارا ہل اٹھا، رائے صاحب نے خوش ہو کر کہا: ”مہتا وہی کہتے ہیں جو ان کے دل میں ہے۔“

ادنیکارناٹھ نے تنقید کی: ”لیکن باتیں سب ہی پرانی ہیں، بالکل سڑی ہوئی۔“
 ”پرانی بات بھی روحانی طاقت کے ساتھ کہی جاتی ہے تو نئی ہو جاتی ہے۔“
 ”جو ایک ہزار روپے ہر مہینے لیکر عیش و عشرت میں اڑاتا ہوا اس میں رونا جیسی شے رہ نہیں سکتی، یہ صرف پرانے خیال والی عورتوں اور ویسے ہی مردوں کے خوش کہنے کے ڈھنگ ہیں۔“
 ”کھٹانے والی کی طرف دیکھا: ”یہ کیوں بھولی جا رہی ہیں؟ انھیں تو نثرنا چاہیے۔“

خورشید نے کھٹا کو اکسایا: ”اب تم بھی ایک لکچر دے ڈالو۔ کھٹا، ورنہ مہتا تمہیں اکھاڑ پھینکے گا۔ نصف میدان تو اس نے ابھی مار لیا ہے۔“
 ”کھٹا کھٹا کر بولے: ”میری نہ کہئے، میں نے ایسی کتنی ہی جڑیوں کو کھینسا کر چھوڑ دیا ہے۔“

رائے صاحب نے خورشید کی طرف آنکھیں مار کر کہا: ”آج کل آپ عورتوں کے سماج کی طرف بہت آتے جاتے ہیں۔ سچ کہنا، کتنا چندہ دیا؟“
 ”کھٹا جھینپ گئے: ”میں ایسے سماجوں کو چندہ نہیں دیا کرتا جو ہنر بازی کا ڈھونگر کر کے بدکاری پھیلاتے ہیں۔“

مہتا کی تقریر جاری تھی: ”وہ کہہ رہے تھے کہ جتنے فلسفے اور سائنس کے موجود ہوئے وہ مرد ہوئے جتنے بڑے بڑے مہتا ہوں گے وہ سب مرد تھے۔“
 ”سبھی سو رہا سبھی سیاسی ماہر بڑے بڑے چارواں اور بڑے بڑے سب کچھ کر رہے تھے۔ مگر ان بڑوں کی جماعت نے ل کر کیا کیا؟ مہتا تو ان اور مذہبی بائبلوں نے دُنیا

میں خون کی ندیاں بہانے اور نفرت کی آگ بھڑکانے کے سوا اور کیا کیا؟ سوراؤں نے بھائیوں کی گردن کاٹنے کے سوا اور کیا یادگار چھوڑی؟ سیاسی ماہروں کے نشانات اب صرف مٹی ہوئی سلطنتوں کے کھنڈر رہ گئے ہیں اور موجودوں نے انسان کو مٹین کا غلام بنا دینے کے سوا اور کونسا مسئلہ حل کر دیا ہے؟ مردوں کے بنائے ہوئے تمدن میں سکون کہاں ہے، تعاون کہاں ہے؟

ادھکار ناٹھ اٹھ کر جانے کو تیار ہوئے۔ رمیوں کے منہ سے بڑی بڑی باتیں سن کر بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔

خورشید نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا: آپ بھی ایڈیٹر صاحب پورے پڑنگاہی رہے۔ اچی یہ دنیا ہے، جس کے جی میں جو انا ہی کم ہے، لگ سکتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں، چلنے قصہ ختم۔ ایسے ایسے بے شمار مہتا آئیں گے اور چلے جائیں گے اور دنیا اپنی چال چلتی رہے گی۔ یہاں گہڑنے کی کون سی بات ہے؟

”جھوٹ سن کر مجھ سے رہا نہیں جاتا۔“

رائے صاحب نے بڑھاوا دیا: فاحشہ کے منہ سے سینوں کی سی بات سن کر کس کا جی نہ جلے گا؟

ادھکار ناٹھ پھر بیٹھ گئے۔ مہتا کی تقریر جاری تھی۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا بازو کو چڑیوں کا شکار کرتے دیکھ کر منہں کو یہ زیب دے گا کہ وہ مانعہ کی پرسکون فضا کو چھوڑ کر چڑیوں کا شکار کرنے لگے؟ اور اگر وہ شکاری بن جائے تو کیا آپ اسے مبارکباد دیں گے؟ منہں کے پاس اتنی تیز جوجھ نہیں ہے، اتنی تیز چکل نہیں ہیں، اتنی تیز آنکھیں نہیں ہیں، اتنے تیز پر نہیں ہیں اور اتنی تیز خون کی پیاس نہیں ہے۔ ان آلات کو اکٹھا کرنے میں اسے صدیاں لگ جائیں گی۔ پھر بھی وہ باز بن سکے گا یا نہیں اس میں شک ہے مگر باز بنے یا نہ بنے، وہ منہں

بزرگہ جلسے گا، وہ نہیں جو موتی چمکتا ہے۔“

خورشید نے تنقید کی :- یہ تو شاعروں کی سی دلیلیں ہیں سادہ باز بھی

طرح شکار کرتی ہے جیسے زرباز۔“

انکار نامتھ خوش ہو گئے :- اس پر آپ فلاسفر بنتے ہیں، ایسی ہی ٹیلو

کے بل بوتے پر :- ”کھانے دل کا غبار نکالا“ فلاسفر نہیں فلاسفر کی دم میں۔ فلا

وہ ہے جو.....“

انکار نامتھ نے بات پوری کی :- جو سچائی سے جو بھر بھی نہ ڈرے۔“

کھنا کو یہ بات پسند نہ آئی۔ میں سچائی جھٹائی نہیں جانتا، میں تو فلاسفر

اسے کہتا ہوں جو سچا فلاسفر ہو۔“

خورشید نے داد دی :- فلاسفر کی آپ نے کتنی سچی تعریف کی ہے۔ واہ!

سبحان اللہ! فلاسفر وہ ہے جو سچا فلاسفر ہو! کیوں نہ ہو۔“

مہتا آگے بڑھے :- میں نہیں کہتا کہ عورتوں کو علم کی ضرورت نہیں ہے۔

ہے اور مردوں سے زیادہ۔ میں نہیں کہتا عورتوں کو طاقت کی ضرورت نہیں

ہے۔ ہے اور مردوں سے زیادہ۔ لیکن یہ علم نہیں اور وہ طاقت نہیں جس کو

مرد نے دنیا کو میدان جنگ بنا ڈالا ہے۔ اگر وہی علم اور وہی طاقت آپ بھی

لے لیں گے تو دنیا رگستان بن جائے گی۔ آپ کا علم اور آپ اقتدار

نشہ اور بربادی میں نہیں، پیدائش اور پرورش میں ہے۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ

دوڑوں سے انسان کو نجات ہوگی یا دستروں اور عدالتوں میں زبان

اور قلم چلانے سے ان اُدھار ہو جائے گا؟ ان نقلی غیر قدرتی اور تباہ کن

حقوق کے لئے آپ ان حقوق کو چھوڑ دینا چاہتی ہیں جو آپ کو قدرت نے

عطا کئے ہیں؟“

سرج اب تک بڑی بہن کے ادب سے ضبط کئے بیٹھی تھی۔ اب نہرا گیا۔ پکارا اٹھی: "ہیں دوٹ چاہیے مردوں کے برابر۔"

اور کئی نو عمر عورتوں نے نعرے لگائے: "دوٹ! دوٹ!"
اور نگار ناتھ نے کھڑے ہو کر زور سے کہا: "نوائی طبقے مخالفوں کی جیڑی

بچی ہو!"

مالتی نے میز پر ہاتھ ٹپک کر کہا: "چپ رہو، جو لوگ موافقت یا مخالفت میں کچھ کہنا چاہیں گے انھیں کافی موقع دیا جائے گا۔"

مہتاب لڑے: "دوٹ نئے جگ کا جال ہے، فریب ہے، کلنگ ہے، دھوکا ہے۔ اس کے چکر میں پڑ کر آپ نہ ادھر کی ہوں گی نہ ادھر کی۔ کون کہتا ہے کہ آپ کا دائرہ عمل محدود ہے اور اس میں آپ کو جو ہر نائی کا موقع نہیں ملتا۔ ہم سب ہی پہلے انسان ہیں، بعد کر اور کچھ۔ ہماری زندگی ہمارا گھر ہے۔ وہیں ہماری پیدائش ہوئی ہے، وہیں ہماری پرورش ہوئی ہے۔ اور وہیں زندگی کے سارے کاروبار ہوتے ہیں۔ اگر یہ دائرہ محدود ہے تو لامحدود کونسا ہے؟ کیا وہ کن کن کی جگہ جہاں باقاعدہ چھینا جھپٹی ہے؟ جس کا رغلنے میں انسان اور اس کا نصیب جتنا ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کارخانوں میں جانا چاہتی ہیں جہاں انسان پیسا جاتا ہے، جہاں اس کا خون نکالا جاتا ہے؟"
مرزا نے ٹوکا: "مردوں کے ظلم ہی نے تو ان میں بغاوت کی اسپرٹ پیدا کر دی ہے۔"

مہتاب لڑے: "بے شک مردوں نے بے انصافی کی ہے مگر اس کی وجہ سے نہیں ہے۔ بے انصافی کو مٹائیے لیکن خود کو مٹا کر نہیں۔"

مالتی بولی: "عورتیں اس لئے حقوق چاہتی ہیں کہ اُن کا استعمال کریں

اور مردوں کو ان کے بے جا استعمال سے باز رکھیں۔

ہنا نے جواب دیا: دنیا میں سب سے بڑے حقوق خدمت اور قربانی سے ملنے میں اور وہ آپ کو ملے ہوئے ہیں۔ ان حقوق کے سامنے وہ ٹھٹھکی ہوئی چیز نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہماری بہنیں مغرب کی بات لے رہی ہیں جہاں عورتوں نے اپنا مرتبہ کھو دیا ہے اور مالک کے درجے سے گر کر شوق دہندہ کی چیز بن گئی ہیں۔ مغرب کی عورت آزاد ہونا چاہتی ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ عیش کر سکے۔ ہماری ماؤں کا معیار کبھی نہیں رہا۔ انھوں نے صرف خدمت کے حقوق سے ہمیشہ گریز کیا۔ مغرب میں جو چیزیں عمدہ ہیں وہ ان سے لہجے۔ تمدن میں ہمیشہ لین دین ہوتا آیا ہے، مگر کورانہ تقلید تو دماغی کمزوری ہی کی علامت ہے۔ مغرب کی عورت آج گھر کی مالک نہیں رہنا چاہتی عیش و عشرت کی زبردست خواہش نے اسے بالکل آزاد بنا دیا ہے۔ اس نے اپنی شرم اور بزرگی کو جو اس کی سب سے بڑی پونجی تھی شوخی اور تفریح کی پسندی پر قربان کر دیا ہے۔ جب میں وہاں کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو اپنی شکل کی یا اپنے بھرے ہوئے گول بازوؤں کی یا اپنی عریانی کی نمائش کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ تو مجھے ان پر رحم آتا ہے۔ ان کی خواہشوں نے انھیں اتنا مغلوب کر دیا ہے کہ وہ اپنی لالچ کا بچپاؤ بھی نہیں کر سکتیں۔ عورت کی اس سے زیادہ اور کیا گراؤٹ ہو سکتی ہے؟

رائے صاحب نے تالیاں بجائیں۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا جیسے پٹاخوں کی بارٹھیں چھوٹ رہی ہوں۔ مرزا صاحب نے ایڈیٹر سے کہا اس کا جواب تو آپ کے پاس بھی نہ ہو گا؟

ایڈیٹر نے بے پردائی سے کہا: ساری تقریریں انھوں نے یہی ایک

بات سچ کہی ہے۔“

”تب تو آپ بھی ہنسا کے مرید ہوئے۔“

”جی نہیں، ہم لوگ کسی کے مرید نہیں ہوتے۔ میں اس کا جواب کھوج نکالوں گا۔ بجلی میں دیکھئے گا۔“

”اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ حق کی تلاش نہیں کرتے صرف اپنی بات کے لئے لڑنا چاہتے ہیں۔“

رائے صاحب نے آڑے ہاتھوں لیا: اسی پر آپ کو اپنی حق پسندی

کا غرہ ہے؟“

ایڈیٹر صاحب منتقل رہے۔ وکیل کا کام اپنے موکل کا بھلا دیکھنا ہے،

سچ یا جھوٹ کی جانچ نہیں۔“

”نویں کہتے کہ آپ عورتوں کے وکیل ہیں۔“

”میں ان سب ہی لوگوں کا وکیل ہوں جو کمزور ہیں بے کس ہیں اور

منظوم ہیں۔“

ہنٹاجی کہہ رہے تھے: اور یہ مردوں کی سازش ہے۔ عورتوں کو اونچی چوٹی سے گھیسٹ کر اپنے برابر بنانے کے لئے، ان مردوں کے برابر جو بڑل ہیں، جن میں ازدواجی زندگی کی ذمہ داری سنبھالنے کی قابلیت نہیں، جو جو آزادانہ نفس پرستی کی لہر میں سانڈوں کی طرح دوسروں کے ہرے بھری کھیتوں میں منہ مار کر اپنی کیسے خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں! مغرب میں ان کی سازش کا میاں ہو گئی اور عورتیں تیلیاں بن گئیں۔ مجھے یہ کہتے شرم آتی ہے کہ اس تیاگ اور قہمت کی سرزمین ہندوستان میں بھی کچھ دہی ہوا ہے چلی ہے۔ خصوصاً ہماری تعلیم یافتہ بہنوں پر وہ جادو بڑی تیزی سے چڑھ رہا ہے۔

وہ گرسٹ عورت کے دھرم کو چھوڑ کر تیلیوں کا رنگ بگڑ رہی ہیں۔
 سرج بھڑک کر بولی: ہم مردوں کی صلاح نہیں مانگتے۔ اگر وہ اپنے
 بارے میں آزاد ہیں تو عورتیں بھی اپنے لئے آزاد ہیں۔ لڑکیاں اب شادی کو
 پیشہ نہیں بنانا چاہتیں۔ اب تو وہ صرف پریم کے نامے بیاہ کر رہی گی۔
 زور سے تالیاں بھیں، خاص کر اگلی قطاروں میں جہاں عورتیں بیٹھیں،
 ہنسنے جواب دیا جسے تم پریم کہتی ہو وہ دھوکا ہی، بھڑکی ہوئی خواہش
 کا بگڑا ہوا روپ، اسی طرح جیسے سیناس صرف بھیک مانگنے کی مہذب شکل
 ہے۔ وہ پریم اگر ازدواجی زندگی میں کم ہے تو آزادانہ پیش میں بالکل نہیں۔
 سچی خوشی، سچا سکون، صرف خدمت میں ہے۔ وہی حقوق کا منیع ہے۔ وہی
 طاقت کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ خدمت ہی وہ سینٹ ہے جو زن و شوہر
 کو تمام عمر محبت اور باہمی امداد کے رشتے میں جوڑے رکھتا ہو، جس پر بڑے
 بڑے صدمہ کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جہاں خدمت نہیں ہے وہیں طلاق
 ترک اور باہمی بد اعتقادی ہے اور آپ بدمردانہ زندگی کی کشتی کا ناعذا ہونے
 کے سبب زیادہ ذمہ داری ہے۔ آپ چاہیں تو کشتی کو آندھی اور طوفان میں
 بھی بار لگا سکتی ہیں اور آپ نے غفلت کی تو کشتی ڈوب جائے گی اور اس
 کے ساتھ آپ بھی ڈوبنے سے نہ بچ سکیں گی۔
 تقریر ختم ہو گئی۔ مسئلہ بحث طلب تھا اور کئی عورتوں نے اجازت مانگی
 گردید بہت ہو گئی تھی، اس لئے مالتی نے مہنا کا شکریہ ادا کر کے جلسہ بڑھا
 کر دیا۔ ہاں یہ اطلاع دے دی گئی ہے کہ اگلے اتوار کو اس موضوع پر کئی دیوبالہ
 اپنے خیالات کا اظہار کریں گی۔
 راتے صاحب نے مہنا کو مبارک باد دی: آپ نے میرے جی کی بات

”مسٹر مہتا! میں آپ کے ایک ایک لفظ سے متفق ہوں۔“
 مالتی ہنسی: ”آپ کیوں نہ مبارک باد دیں گے، چور چور موسیرے بھائی جو
 ہوتے ہیں۔ مگر سارا اپدیش غریب عورتوں ہی کے سر پر کیوں تھوہا جاتا ہے۔ ان ہی
 کے سر پر کیوں معیار اور ایثار پر عمل کرنے کی ذمہ داری لا دی جاتی ہے؟“
 مہتا بولے: ”اس لئے کہ وہ بات کو سمجھتی ہیں۔“
 کھنانے مالتی کی طرف اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھ کر گویا اس کے
 دل کی بات سمجھتے ہوئے کہا: ”ڈاکٹر صاحب کے یہ خیالات بھی تو کوئی سوسال
 پہلے کے معلوم ہوتے ہیں۔“

مالتی نے ترش رو ہو کر پوچھا: ”کون سے خیالات؟“
 ”بہی خدمت اور فرض وغیرہ کے۔“
 تو آپ کو یہ خیالات سوسال کچھ بڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں تو مہربانی
 کر کے اپنے تازہ خیالات بتلائیے عورت مرد کیسے سکھی رہ سکتے ہیں۔ اس کا
 کوئی تازہ نسخہ آپ کے پاس ہے؟“
 کھنا کھیا گئے۔ بات کہی تھی۔ مالتی کو خوش کرنے کے لئے وہ اور گڑ
 اٹھی بولے: ”یہ نسخہ مہتا صاحب کو معلوم ہو گا۔“

ڈاکٹر صاحب نے بتلایا اور آپ کے خیال میں وہ سوسال پرانا ہی
 تو تھا نسخہ آپ کو بتلانا چاہیئے۔ آپ کو معلوم نہیں کہ دنیا میں ایسی بہت سی
 باتیں ہیں جو کبھی پرانی ہو ہی نہیں سکتیں سماج میں اس طرح کے مسئلے ہمیشہ
 اٹھتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اٹھتے رہیں گے۔“

مسٹر کھنا برآمدے میں چلی گئی تھیں۔ مہتا نے ان کے پاس جا کر
 پرنام کرتے ہوئے پوچھا: ”میری تقدیر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“

مسز کھلانے آنکھیں جھکا کر کہا: اچھی تھی بہت اچھی تھی۔ مگر ابھی آپ کو نوا
ہیں جب ہی عورتیں دیویاں ہیں، برتر ہیں اور زندگی کے جہاز کی ناخدا ہیں۔ بیاہ
کر لیجئے پھر پوچھوں گی کہ اب عورتیں کیا ہیں اور بیاہ آپ کو کرنا پڑے گا کیونکہ
آپ بیاہ سے منہ چرانے والے مردوں کو بذل کہہ چکے ہیں۔
ہتائے: اسی کے لئے تو زمین تیار کر رہا ہوں۔
”مس مالتی کا جوڑا بھی اچھا ہی۔“

شرط یہی ہو کہ وہ کچھ دن آپ کے چرنوں میں بیٹھ کر آپ کو استریوں
کا دھرم سیکھیں۔“

”دہی سوار تھی مردوں کی بات! آپ نے مردوں کے فرائض سیکھ
لئے ہیں؟“

”یہی سوچ رہا ہوں کہ کس سے سیکھوں۔“

”مسز کھنا آپ کو بہت اچھی طرح سکھا سکتے ہیں۔“

ہتائے قہقہہ مارا: نہیں میں وہ فرائض بھی آپ ہی سے سیکھوں گا۔“

”اچھی بات ہے، مجھی سے سیکھئے۔ پہلی بات یہی ہو کہ بھول جائیے

کہ عورت برتر ہے اور ساری ذمہ داری اسی پر ہے۔ برتر مرد ہے اور اسی

پر گرتی کا سارا بار ہے۔ عورت میں خودی اور نفس کشی اور فرض کی ادائیگی کا

احساس سب کچھ دہی پیدا کر سکتا ہے اگر اس میں یہ باتیں نہیں ہیں تو عورت

میں بھی نہ آئیں گی۔ عورتوں میں جو آج بغاوت ہو، اس کا سبب مرد ہیں ان

ادعات کا نہ ہونا ہی۔“

مرزا صاحب نے ہتھاکو گود میں اٹھالیا اور بولے: ”مبارک!“

ہتائے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا: آپ کو میری تقریر پسند آئی؟

تقریر تو خرمیسی تھی ویسی تھی مگر کامیاب خوب رہی۔ آپ نے بری کوٹیشہ میں اتار دیا۔ اپنا بھاگ سراہئے کہ جس نے آج تک کسی کو منہ نہیں لگایا وہ آپ کا کلمہ پڑھ رہی ہے۔“

مسز کھٹانے دبی زبان سے کہا: جب نشہ ٹھیر جائے تو کہئے۔“
 مہتائے بے پروائی سے کہا: مجھ جیسے کتاب کے کیرے کو کون عورت پسند کرے گی، دیوی جی؟ میں تو پکا معیار پرست ہوں۔“
 مسز کھٹانے اپنے شوہر کو موٹر کی طرف جانے دیکھا تو ادھر چلی گئیں مرزا بھی باہر چلے گئے۔ مہتائے پلیٹ فارم پر سے اپنی چھڑی اٹھائی اور باہر جانا چاہتے تھے کہ مالتی نے اگر ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اصرار کرتی ہوئی بولی۔
 ”آپ ابھی نہیں جاسکتے۔ چلئے، پاپاسے آپ کی ملاقات کراؤں اور آج وہیں کھانا بھی کھائیے۔“

مہتائے کان پر ہاتھ رکھ کر کہا: نہیں مجھے معاف کیجئے۔ وہاں سڑج میری جان کھا جائے گی۔ میں ان لڑکیوں سے بہت گھبراتا ہوں۔“
 ”نہیں نہیں، میں ذمہ لیتی ہوں جو منہ بھی کھولے۔“
 ”اچھا، آپ چلئے میں ذرا دیر میں آ جاؤں گا۔“
 ”جی نہیں یہ نہ ہو گا۔ میرا موٹر سڑج کو لے کر چل دیا۔ آپ مجھ کو پہنچانے تو چلیں گے ہی۔“

دونوں مہتائے کے موٹر میں بیٹھے۔ موٹر چلا۔ لمحہ بھر بعد مہتائے نے پوچھا ”میں نے سنا ہے کہ کھنا جی اپنی بیوی کو مارا کرتے ہیں۔ جب سے مجھے ان کی صورت سے نفرت ہو گئی ہے۔ جو آدمی اتنا بے رحم ہو اسے میں انسان نہیں سمجھتا۔ اس پر آپ عورتوں کے بڑے خیر خواہ بنئے ہیں! تم نے کبھی نہیں

بجھایا نہیں؟“

الٹی ذرا بگرد کر بولی: ”تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بچتی ہے، یہ آپ بھول رہے ہیں۔“

میں تو اسے کسی سبب کا خیال ہی نہیں کر سکتا کہ کوئی مرد اپنی عورت کو مارے۔“

”خواہ عورت کتنی ہی بد زبان ہو۔“

”ہاں کتنی ہی۔“

”تو آپ ایک نئے قسم کے آدمی ہیں۔“

”اگر مرد بد مزاج ہو تو تمھاری رائے میں اس مرد پر ہنٹروں کی بوچھاڑ کرنی چاہیئے، کیوں؟“

عورت میں معنی چھایا ہو سکتی ہے۔ اتنی مرد میں نہیں۔ آپ نے خود آج یہ بات تسلیم کی ہے۔“

تو عورت کی چھایا ہی کا یہ صلہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم کھنا کو منہ لگا کر اسے اور بھی شہ دیتی ہو۔ تمھاری وہ معنی عزت کرتا ہے، تم سے اسے جتنی عقیدت ہے اس کے سبب تم بڑی آسانی سے اسے یدھا کر سکتی ہو۔ مگر تم اس کی صفائی دے کر خود اس قصور میں شریک ہو جاتی ہو۔“

الٹی برا فرد خستہ ہو کر بولی: ”تم نے اس وقت یہ تذکرہ فضول ہی چھیڑ دیا میں کسی کی برائی نہیں کرنا چاہتی۔ مگر ابھی آپ نے گونبدی دیوی کو بچانا نہیں آپ نے ان کی بھولی بھالی، سیدھی سادی صورت دیکھ کر سمجھ لیا کہ وہ دیوی ہیں۔ میں انھیں اتنا ادب و نچاؤ نہ دینا چاہتی۔ انھوں نے مجھے بدنام کرنے کی معنی کو کشش کی ہے۔ مجھ پر جیسے جیسے حملے کئے ہیں، وہ بیان کروں تو آپ

دنگ رہ جائیں گے اور تب آپ کو ماننا پڑے گا کہ ایسی عورت کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیئے۔“

”آخر انہیں آپ سے جراتی نفرت ہے اس کا کوئی سبب تو ہو گا؟“

”سبب ان سے پوچھئے۔ مجھے کسی کے دل کا حال کیا معلوم؟“

”ان سے بلا پوچھے بھی قیاس کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے۔ اگر کوئی مرد

میرے اور میری عورت کے درمیان میں آنے کی ہمت کرے تو میں اسے

گولی باردوں گا۔ اور اسے نہ مار سکوں گا تو اپنے سینے میں مار لوں گا۔ اسی طرح

اگر میں کسی عورت کو اپنے اور اپنی بیوی کے درمیان میں لانا چاہوں تو میری

بیوی کو بھی حق ہے کہ وہ جو چاہے سو کرے۔ اس بارے میں میں کوئی سمجھوتہ

نہیں کر سکتا۔ یہ غیر سائنٹیفک جذبہ ہے جو ہم نے اپنے وحشی آباد اجداد سے

پایا ہے اور آج کل کچھ لوگ اسے نامہذب اور غیر مجلسی سلوک کہیں گے۔ لیکن

میں ابھی تک اس جذبہ پر فتح نہیں پاسکا اور نہ پانا چاہتا ہوں۔ اس بارے

میں میں قانون کی پروا نہیں کرتا۔ میرے گھر میں میرا قانون ہے۔“

مالتی نے تند لہجے میں بوجھا: مگر آپ نے یہ قیاس کیسے کر لیا کہ میں

آپ کے لفظوں میں کھنا اور گوبندی کے بیچ میں آنا چاہتی ہوں؟ آپ

ایسے قیاس سے میری توہین کر رہے ہیں۔ میں کھنا کو اپنی جوتیوں کی نوک

کے برابر بھی نہیں سمجھتی۔“

مہنا نے بے اعتباری کے لہجے میں کہا: یہ آپ دل سے نہیں

کہہ رہی ہیں۔ میں مالتی! کیا آپ ساری دنیا کو بیوقوف سمجھتی ہیں؟ جو بات

سب سے سمجھ رہی ہیں اگر وہی بات منہ کھنا بھی سمجھیں تو میں انہیں الزام نہیں

دے سکتا۔“

الٹی نے بگڑ کر کہا: دنیا کو دوسروں کے بدنام کرنے میں مزا آتا ہی۔ یہ اس کا خاصہ ہے۔ میں اس کا خاصہ کیسے بدل دوں؟ لیکن یہ مفت کی بڑی ہے۔ ہاں میں اتنی بے مروت نہیں ہوں کہ کھنا کو اپنے پاس آتا دیکھ کر دکار دیتی۔ میرا کام ہی ایسا ہی کہ مجھے سب ہی کی آؤ بھگت کرنا پڑتی ہو۔ اگر کوئی اس کا کچھ اور مطلب نکالتا ہی تو وہ وہ "۔

الٹی کا گلا بھرا آیا اور اس نے منہ پھیر کر رومال سے آنسو پونچھے۔ پھر ایک لمحہ بعد بولی: "اور دوں کے ساتھ تم بھی مجھے مجھے اس کا رنج ہی مجھے تم سے ایسی امید نہ تھی"۔

پھر شاید اسے اپنی کمزوری پر افسوس ہے۔ وہ تیز ہو کر بولی: "آپ کو مجھ پر حملہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہو۔ اگر آپ بھی انھیں مردوں میں ہیں جو کسی عورت مرد کو ساتھ دیکھ کر ان پر انگلی اٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا تو شوق سے اٹھائیے۔ مجھے ذرا بھی پروا نہیں ہو۔ اگر کوئی عورت آپ کے پاس بار بار کسی نہ کسی چلے سے آئے، آپ کو اپنا دیوتا سمجھے، ہر ایک بات میں آپ کو صلاح دے، آپ کے پیروں تلے آنکھیں کھجھائے، آپ کا اشارہ پاتے ہی آگ میں کود پڑنے کو تیار ہو جائے تو میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ آپ اس سے بے رنجی نہ کریں گے۔ اگر آپ اسے ٹھکرا سکتے ہیں تو آپ انسان نہیں ہیں۔ اس کے خلاف آپ کتنے ہی دلائل لا کر رکھ دیں مگر میں نہ مانوں گی۔ میں تو کہتی ہوں کہ بے رنجی تو دور رہی، ٹھکرانے کی تو بات ہی کیا، آپ اس عورت کے پیر دھو دھو کر بیٹیں گے، اور بہت دن گزرنے کے قبل ہی وہ آپ کے دل کی رانی ہوگی۔ میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں کہ میرے سامنے کھٹا کاکھی نام نہ لیجئے گا"۔

مہتانے اس پٹ میں گویا ہاتھ سینکتے ہوئے کہا: شرط یہی ہے کہ
میں کھنا کو آپ کے ساتھ نہ دیکھوں۔“
میں انسانیت کا خون نہیں کر سکتی۔ وہ آئیں گے تو میں انہیں بھگاؤں گی
نہیں۔“

”ان سے کہئے کہ اپنی اہلیہ کے ساتھ انسانیت سے پیش آئیں۔“
”میں کسی کے نجی معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتی اور نہ مجھے
اس کا کوئی حق ہے۔“
”تو آپ کسی کی زبان بھی بند نہیں کر سکتیں۔“

مالتی کا بنگلہ آگیا۔ موٹر رکی۔ مالتی اتر پڑی اور بلا ہاتھ ملائے چلی گئی۔
وہ یہ بھی بھول گئی کہ اس نے مہتا کو کھانے کی دعوت دی ہے۔ وہ تخیل میں
جا کر خوب رونا چاہتی ہے۔ گو تندی نے پہلے بھی حملے کئے ہیں۔ مگر آج اُس
نے جو حملہ کیا ہے وہ بہت سخت اور دل شکن ہے؟“



رائے صاحب کو جب خبر ملی کہ علاقے میں ایک واردات ہو گئی اور وہی
سے گاؤں کے بچوں نے جہانہ وصول کر لیا ہے تو فوراً نوکھے رام کو بلا کر حوالہ طلب
کیا۔ انہیں اس کی اطلاع نہیں دی گئی؟ ایسے نمک حرام اور دغا باز آدمی کے
لئے ان کے دربار میں جگہ نہیں ہے۔

نوکھے رام نے اتنی گالیاں کھائیں تو ذرا گرم ہو کر بولے : میں اکیلا
تھوڑے ہی تھا۔ گاؤں کے اور بچے بھی تو تھے میں اکیلا کیا کر سکتا تھا؟
رائے صاحب نے ان کی توند کی طرف برہمی کی سی نوک داز نگاہوں
سے دیکھا : مت بکوجی ! تمہیں اسی وقت کہنا چاہیے تھا کہ جب تک سرکار کو
اطلاع نہ ہو جائے میں بچوں کو جہانہ وصول نہ کرنے دوں گا۔ بچوں کو میرے
اور میری رعایا کے درمیان میں دخل دینے کا حق ہی کیا ہے؟ اس ڈانڈا باند
کے سوا علاقے میں اور کون سی آمدنی ہے؟

وصول سرکار کے گھر گئی، بقایا اسامیوں نے دبا لیا۔ اب میں کہاں
جاؤں؟ کیا کھاؤں، بھارا سر؟ یہ لاکھوں روپے سال کا خرچ کہاں سے آئے
افسوس ہے کہ دوستوں سے کارندہ کا کام کرنے رہنے پر بھی مجھے آج تمہیں
یہ بات بتلانی پڑتی ہے۔ کتنے روپیہ وصول ہوئے تھے، پوری سے؟
نوکھے رام نے پشٹا کر کہا : اسی روپے ۔

”نقد؟“

”نقد اس کے پاس کہاں تھے سرکار؟ کچھ اناج دیا، کچھ میل پنا گھر کھدیا“

رائے صاحب نے اپنی غرض کو چھوڑتے ہوئے ہوری کی طرف داری کی! اچھا تو آپ نے اور آپ کے جھلا بھگت پنڈت نے مل کر ایک معتبر سامی کو تباہ کر دیا! میں پوچھتا ہوں کہ تم لوگوں کو کیا حق تھا کہ میرے علاقے میں مجھے اطلاع دینے بغیر میرے سامی سے جرم نامہ وصول کرتے؟ اگر میں چاہوں تو اسی بات پر آپ کو اور اس جھلے پنواری اور اس مکار پنڈت کو سات سات سال کے لئے جیل بھجوا سکتا ہوں۔ آپ نے سمجھ لیا کہ آپ ہی علاقے کے بادشاہ ہیں۔ میں کہے دیتا ہوں کہ آج شام تک جڑانے کی پوری رقم میرے پاس پہنچ جائے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ میں ایک ایک سے ہٹی ہوا کر چھوڑ دوں گا۔ جائے، ہاں ہوری اور اس کے لڑکے کو میرے پاس بھیج دیکھئے گا۔“

نوکھے رام نے دینی زبان سے کہا: اس کا لڑکا تو گاؤں چھوڑ کر بھاگ گیا ہی۔ جس رات کو یہ واردات ہوئی اسی رات کو بھاگ گیا تھا!“

رائے صاحب نے غصے سے کہا: جھوٹ مت بکوبھیں معلوم ہے کہ جھوٹ سے میرے بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ میں نے آج تک کبھی نہیں سنا کہ کوئی نوجوان اپنی چھیتی کو اس کے گھر سے لاکر بھر خود بھاگ جائے۔ اگر اسے بھاگنا ہی ہوتا تو وہ اس لڑکی کو لانا ہی کیوں؟ تم لوگوں کی اس میں بھی ضرورتی شرارت ہے۔ تم گنگائیں ڈوب کر بھی اپنی صفائی دو تو میں ملنے کا نہیں تم لوگوں نے اپنے سماج کی پیاری مرچا کی حفاظت کے لئے اسے دھمکا دیا ہوگا۔ بیچارہ بھاگ نہ جاتا تو کیا کرتا؟“

نوکھے رام اس کی مخالفت نہ کر سکے۔ الٹ بوجھ کہیں سب ٹھیک ہے۔ وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ آپ خود مل کر جھوٹ پرچ کی جانچ کر لیں۔ بڑے آدمیوں کا غصہ پوری پوری اطاعت چاہتا ہے اپنے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتا!“

بچوں نے رائے صاحب کا یہ فیصلہ سنا تو نشہ ہرن ہو گیا۔ غلہ تو ابھی جوں کا توں پڑا ہوا تھا مگر روپے تو کب کے غائب ہو چکے تھے۔ ہوڑی کا مکان رہن لکھا گیا تھا مگر اس مکان کو دیہات میں کون پوچھتا ہی؟ جیسے ہندو عورت شوہر کے ساتھ ہی گھر کی لاکھ ہو اور شوہر کے چھوڑ دینے پر کہیں کی نہیں رہتی اسی طرح یہ گھر ہوڑی کے لئے تو لاکھ روپے کا ہجر گراس کی اصلی قیمت تو کچھ بھی نہیں، اور ادھر رائے صاحب روپے لئے بغیر ماننے کے نہیں یہی ہوڑی جا کر رو آیا ہو گا۔ پیشوری لال سب سے زیادہ خائف تھا۔ ان کی تو نوکری ہی چلی جائے گی۔ چاروں آدمی اس مشکل مسئلے پر غور کر رہے تھے مگر کسی کی عقل کام نہ کرتی تھی، ایک دوسرے کو الزام دیتا تھا۔ پھر خوب جھگڑا ہوا۔

پیشوری نے اپنی لمبی گردن ہلا کر کہا: میں منع کرتا تھا کہ ہوڑی کے معاملے میں ہمیں چپ ہو کر رہ جانا چاہیے۔ گائے کے معاملے میں سب کو تادان دینا پڑا۔ اب اس معاملے میں تادان ہی سے گلانا چھوٹے گا بلکہ نوکری سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا مگر تم لوگوں کو روپے کی بڑی کمی۔ نکالو۔ میں میں روپے۔ اب بھی کسل رہے۔ کہیں راجیسا نے رپٹ کر دی تو سب کے سب بندھ جاؤ گے۔“

دانا دین نے اپنا برہمنی جلال دکھا کر کہا: میرے پاس بیس روپے تو کیا ہیں پیسے بھی نہیں ہیں۔ برہمنوں کو بھوج دیا گیا، نوم ہوا، کیا اس میں کچھ لگایا نہیں؟ رائے صاحب کی ہمت ہے کہ مجھے جہل (جیل) لے جائیں۔ برہمن بن کر گھر کا گھر مٹا دوں گا۔ ابھی انھیں کسی برہمن سے پالا نہیں پڑا۔“

جھنگری سنگھ نے بھی کچھ ایسی ہی بات کہی۔ واہ رائے صاحب کے نوکر نہیں ہیں۔ انھوں نے ہوڑی کو مارا نہیں، پٹیا نہیں، اس پر کوئی دباؤ ڈالا نہیں۔ ہوڑی اگر پراسچت (کفارہ) کرنا چاہتا تھا تو انھوں نے اس کا موقع دیا۔ اس کے لئے انھیں کوئی دکھ نہیں دے سکتا۔ مگر نوکھے رام کی گردن اتنی آسانی